بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

116: اہل سنت والجماعت والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے دروس میں اہل سنت والجماعت کا عملی طریقہ کہ قرآن اور سنت کے نصوص پر کیسے عمل کرتے ہیں اور یہ اس پیاری تصنیف کے آخری چند جملے ہیں جو شیخ الاسلام نے بیان کیے ہیں اور عقیدے کے اصول میں شامل کر دیئے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ويأمرون بِبِرِّ الوالدين" (اور حکم دیتے ہیں (یعنی اہل سنت والجماعت) والدین کے ساتھ بِرّ کرنے کا حسن سلوک کرنے کا)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وذلك لعظم حقهما" (اور یہ اس لیے ہے کہ والدین کا بہت بڑا حق ہے (یعنی اولاد پر))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ نے اپنے حق اور اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے بعد والدین کے سوا کسی اور کا حق نہیں رکھا، اگر کسی کے حق کا بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد اور اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے بعد تو صرف والدین ہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ النساء آیت نمبر 36 میں:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ إلى آخر الآية۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ﴾: اور ایک اللہ کی عبادت کرو۔

﴿وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾: اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾: اور والدین کے ساتھ احسان کرو (یعنی حسن سلوک کرو)۔

یعنی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں ہے تو یہ جملہ کہاں سے شیخ صاحب بیان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے بعد والدین کا حق ہے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور پھر والدین کا ذکر ہے؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق: ''في ضمن الأمر بعبادة الله'': اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کے ضمن میں ہے اس کے اندر شامل ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم دیتا ہے کہ صرف میری عبادت کرو میرے ساتھ کسی اور کو شریک مت ٹھہراؤ تو اس جملے میں اس حکم میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق شامل ہے۔

وہ کیسے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''لأنه لا تتحقق العبادة حتى يقوم بحق الرسول عليه الصلاة والسلام، بمحبته واتباع سبيله'' (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کی اتباع سے)۔

اتباع سنت کے بغیر توحید ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے اتباع سنت لازمی ہے یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں اسی لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾: تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے سوا کیا ممکن ہے؟! ناممکن ہے! اور جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق: ''فقد أدى حقه'' (تو اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق جو ہے اس کے حق ادا کرنے کا بھی حق ادا کر دیا ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کے بعد والدین کا حق ہے یعنی یہ حق کیوں ہے والدین کا اتنا بڑا بلند درجہ کیوں ہے چند جملے اس تعلق سے شیخ صاحب فرما رہے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والدین بہت ہی زیادہ بچوں کی پرورش میں تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور خصوصی طور پر ماں جو ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الأحقاف آیت نمبر 15 میں: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا﴾ (اور ہم نے وصیت کی ہے انسان کو کہ اپنے دونوں والدین کے ساتھ جو ہے حسن سلوکی کرو) ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (اُس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اپنے پیٹ میں اُٹھائے رکھا (حمل کی حالت میں) اور وضع کرتے وقت بھی بہت ناگواری تھی)۔

اور دوسری آیت میں سورۃ لقمان آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ﴾ إلي آخر الآية (اور ہم نے وصیت کی ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرو اس کی ماں نے اسے تکلیفوں میں اور کمزوریوں میں حمل کی حالت میں اُٹھائے رکھا)۔

﴿وَهْنٍ﴾: تھکن کمزوری کو کہا جاتا ہے، تکلیف کو کہا جاتا ہے اس لفظ میں یہ سارے معنی شامل ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ ماں جو ہے وہ تکلیفیں اُٹھاتی ہے حمل کی حالت میں، وضع کے وقت اور وضع کرنے کے بعد (یعنی ڈلیوری کے بعد) بھی وہ تکلیفیں اُٹھاتی رہتی ہے بچوں کی پرورش میں، اُس کے والد سے بھی زیادہ اُس پر رحم اور شفقت کرتی ہے ماں جو ہے بچوں پر اس لیے سب سے زیادہ حق حسن سلوکی کا جو ہے وہ ماں کا ہے یہاں تک کہ باپ سے بھی زیادہ جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے: ایک شخص اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا: "يا رَسولَ اللهِ، مَن أحَقُّ النَّاسِ بحُسْنِ صَحابَتِي؟" (سب سے زیادہ حق لوگوں میں سے کس کا ہے جس کے ساتھ میں حسن سلوکی کروں؟ ("حُسن صحابہ" کہ بہترین طریقے سے رہن سہن کا حق ادا کرنا کس کے ساتھ؟))، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، پھر وہ شخص عرض کرتا ہے کہ پھر کون؟ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، پھر تیسری مرتبہ اُس شخص نے سوال کیا کہ پھر کون؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، پھر چوتھی مرتبہ فرمایا: "ثُمَّ أبُوكَ" (پھر تمہارا باپ)۔

متفق علیہ حدیث ہے، علماء کہتے ہیں کہ والدہ کا جو حق ہے حسن سلوکی کا اور برّ کا جو ہے وہ والد سے تین گنا زیادہ ہے اس حدیث کی روشنی میں کیونکہ والدہ جو ہے (اور یہ انصاف ہے سبحان اللہ دیکھیں) اگر آپ غور کریں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ باپ کا اپنا مقام ہے اور باپ کی اپنی تکلیفیں ہیں پورے گھر کو سنبھالنے میں اور اس ذمے داری کا حق ادا کرنے میں لیکن ماں جو ہے بچوں کی یعنی حمل سے لے کر ڈلیوری سے لے کر پھر پرورش گھر میں اس کے لیے بہت وقت درکار ہے جدوجہد درکار ہے یہ ایسے ممکن نہیں ہے تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے والدہ کا حق جو ہے وہ والد سے زیادہ بیان کیا ہے۔

پھر لفظ جو ہے اس پر ذرا غور کریں میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بیان کیا تھا کہ یہ قرآن مجید کے الفاظوں کی اور انداز بیان کی خوبصورتی میں سے ہے "الوالدین والأبوین" کوئی فرق ہے؟ عربی میں "الوالدین والأبوین" فرق ہے کہ نہیں فرق؟ جب اردو میں ہم کہتے ہیں ترجمے میں کوئی فرق ہے؟ اردو میں کوئی فرق نہیں ہے۔

والدین کس کو کہتے ہیں؟ماں باپ کو، تثنیہ ہے ناوالدین۔

"الأبوین"(أب کا تثنیہ ہے أبوین)،والدین والد کا تثنیہ ہے۔ایسا ہے نا؟

اردو میں ترجمہ کریں دونوں لفظوں کا کوئی فرق ہے؟ایک ہے۔

اب دیکھیں عربی زبان کی خوبصورتی دیکھیں آپ: جب والدین کہا جاتا ہے ناتو اس میں والدہ کا حق زیادہ بیان ہوتا ہے کیونکہ والد اور والدہ میں لفظ ایک جیسا ہے، لیکن أبوین میں أب سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور أب باپ کو کہتے ہیں اور أب کے مقابل ماں کو أم کہتے ہیں۔

دیکھیں دو لفظ ہیں: "والد اور والدہ" اور "أب اور أم" ایسا ہے نا؟ والدین کے لفظ میں دونوں شامل ہیں والد اور والدہ لیکن اس میں کیونکہ لفظ ملتے جلتے ہیں تو والدہ کا حق اس میں زیادہ بیان کیا جاتا ہے جب والدہ کا حق مقدم کرنا ہو تو عربی زبان میں لفظ والدین بیان کی جاتا ہے، جب باپ کا حق زیادہ مقدم کرنا ہو تو پھر أبوین کا لفظ بیان کیا جاتا ہے نا کہ والدین کا، تو عربی زبان والے یہ سمجھتے ہیں، جس زمانے میں یہ آیات نازل ہو رہی تھیں ابو جہل ابو لہب یہ سارے لوگ سمجھتے تھے کیا مطلب ہے اس کا۔

اب دیکھیں جہاں پر والدہ کا حق زیادہ ہے وہاں پر والدین کا لفظ ہے، جہاں پر باپ کا حق زیادہ ہے وہاں پر أبوین کا لفظ ہے ایسا ہے نا ؟سورۃ یوسف میں کیا ہے﴿وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ﴾ (یوسف:100)یا"رفع والدیه"؟کمال ہے نا؟!

جہاں پر احسان کا لفظ ہے اس میں ہمیشہ والدین ہیں کیونکہ والدہ کا حق احسان میں والد سے زیادہ ہے۔

حکومت کے معاملات، عرش سنبھالنے کے معاملات کس کا حق ہے باپ کا یا ماں کا؟ أب کا أم کا؟ باپ کا ہے نا تو کیا فرمایا؟﴿وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ﴾۔

اور آپ قرآن مجید میں دیکھ لیں جہاں پر احسان کا لفظ ہے وہاں پر والدین کا لفظ ہے، جہاں پر کوئی اور معاملات ہوں وراثت میں دیکھ لیں آپ وراثت میں لفظ والدین کا ہے یا اس میں أب کا اور أبوین کا لفظ ہے؟

والدین کا نہیں ہوگا وہاں پر کیوں؟ کیونکہ وراثت میں مرد کے حق کو مقدم کیا گیا ہے عصبہ میں سے ہے نا اور باپ باقی جو بچتا ہے وہ مرد ہی لے لیتے ہیں۔

الغرض؛ تو والدین کے حقوق میں ایک فائدہ تھا علمی میں نے بتا دیا بیچ میں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماں کے حقوق تو ہم نے جان لیے ہیں، ماں کا جان لیا ہے بہت زیادہ عظیم ہے اور باپ بھی بچوں کی پرورش میں کم تکلیفیں نہیں اُٹھاتا، اُن کی تکلیفوں سے اسے تکلیف ہوتی ہے اُن کی خوشی سے وہ خوش ہوتا ہے اور اپنے بچوں کی راحت اور طمانیت کے لیے وہ ہمیشہ سعی کرتا رہتا ہے تاکہ ان کے لیے بہترین اور اچھی اور آسان زندگی مہیا کرسکے، لمبے لمبے سفر بھی کرتا ہے (سات سمندر پار بھی جاتا ہے عام لفظوں میں یہ کہتے ہیں جو مشہور لفظ ہے)، یعنی کوئی اپنی طرف سے کمی نہیں چھوڑتا بچوں کے اچھے روزگار کے لیے، گھر کو بھی چھوڑ دیتا ہے لمبے لمبے سفر بھی کرتا ہے صحراؤں کو بھی پار کرلیتا ہے دریاؤں اور سمندر کو بھی پار کرلیتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ماں اور باپ دونوں کے حقوق ہیں یعنی اولاد پر آپ جتنا بھی عمل کرلیں والدین کے حقوق کی ادائیگی آپ کر نہیں سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ الاسراء آیت نمبر 24 میں: ﴿وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾: (اور کہہ دیں اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا﴾ (اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم فرما (بڑی عظیم دعا ہے ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا﴾)) ﴿كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (جیسا کہ یہ دونوں میری بچپن میں پرورش کرتے تھے شفقت کرتے رہے)۔

دیکھیں بچوں کی پرورش میں اگر شفقت نہ ہو تو بچے کی کبھی پرورش نہ ہوسکے کسی طریقے سے، سختی ہو جاتی ہے ڈانٹ ڈپٹ بھی پڑ جاتی ہے اگر والدین سے آپ یہ شفقت اور رحمت کا پہلو نکال دیں تو پرورش ناممکن ہو جاتی ہے۔

کافر بھی بچوں پر شفقت کرتے ہیں کہ نہیں؟ وہ بھی کرتے ہیں ایک فطری چیز ہے اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں ڈال دی ہے کیونکہ بچے کی سروائیول (Survival) جو ہے اس کی زندگی جو ہے اس کی بقاء اسی سے جڑی ہوئی ہے۔

دیکھیں کون برداشت کرتا ہے کہ بہت ہی زیادہ تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے حمل کا اور اس سے زیادہ ہوتا ہے وضع کا (ڈیلوری کا) شدید ترین تکلیف ہوتی ہے یہی جیسے بچہ پیدا ہوتا ہے ماں سینے سے لگاتی ہے! کیسے ممکن ہے یہ کہ آپ کو درد بھی دے رہا ہے تکلیف بھی دے رہا ہے پھر آپ سینے سے لگا رہی ہیں؟!

یہ وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں ڈالی ہے وہ رحمت اور شفقت ہے اس لیے حق رکھتے ہیں کہ ان کے لیے دعا کی جائے رحمت کی۔

"الجزاء من جنس العمل" ایسا ہے نا؟ جو بھی شفقت اور رحمت وہ اپنی اولاد پر کرتے آئے ہیں ہر مرحلے میں یعنی ڈلیوری کے بعد جو نرسری ہوتی ہے رضاعت کا معاملہ ہوتا ہے اس کو دیکھ لیں آپ والدین خود بھوکے رہتے ہیں لیکن بچے کو بھوکا نہیں سونے دیتے، پھر تھوڑا بڑا ہوتا ہے پھر اس کی اسکولنگ (Schooling) کے لیے پھر اس کی مزید تعلیم کے لیے پھر اس کی صحت کے لیے یہ سارے معاملات دیکھیں جب تک بچہ بڑا نہیں ہوتا اور سنبھل نہیں جاتا۔

اور آج عجیب سا ماحول عجیب سا زمانہ ہے بچوں کو سنبھالتے سنبھالتے تیس چالیس سال بھی گزر جاتے ہیں بچے سنبھل نہیں پاتے ایسا ہوتا ہے نا؟! یعنی بچے کی تعلیم بھی ہو گئی اب اس کا بیچلر (Bachelor) بھی ہو گیا ابھی تک بے روزگار ہے روزگاری کا بڑا معاملہ ہے! تو والد پھر بھی اس کا ذمہ لیتا ہے اس کی مزید تعلیم کے لیے یا اس کا مزید جب تک وہ اپنے پاؤں پر صحیح کھڑا نہیں ہوتا۔

شادی کے لیے بڑا معاملہ ہے ایک زمانہ ہوا کرتا تھا لوگ خود کماتے تھے خود شادیاں کرتے تھے، آج مہنگائی کا زمانہ ہے بے روزگاری کا زمانہ ہے جوان نے شادی بھی کرنی ہے پیسوں کی بھی کمی ہے ادھار کوئی جلدی دیتا نہیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو والدین ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں اس لیے زیادہ حق رکھتے ہیں ان کے لیے ہمیشہ دعا کی جائے۔

اس لیے شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ کبھی بھی اُن کا حق ادا نہیں کر سکتے کچھ بھی کر لیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کا حق بہت زیادہ ہے اور پھر سابق بھی ہے دوسروں کے حقوق سے سب سے آگے ہے ،جب انہوں نے آپ کی اس وقت پرورش کی آپ کے بچپن میں جب آپ اپنے لیے نفع و نقصان کے قابل ہی نہیں تھے نہ تو اپنے لیے کوئی نفع حاصل کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنے آپ سے کوئی نقصان یا ضَرر دور کر سکتے تھے "فواجبها البر" تو دونوں کے لیے آپ پر واجب ہے کہ آپ ان کے ساتھ بِرّ سے کام لیں۔

پھر بِرّ کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے بِرّ کا معنی کیا ہے بڑی پیاری بات ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "والبر فرض عين بالإجماع": اس سے پہلے کہ بِرّ کیا ہے بِرّ کا جو ہے نا حکم کیا ہے؟ "والبر فرض عين بالإجماع": فرض عین ہے اور اس پر اجماع ہے (ایک تو دلائل ہیں قرآن و سنت میں بہت زیادہ اور اس پر اجماع بھی ہے) "على كل واحد من الناس": لوگوں میں سب پر فرض ہے۔

اسی لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مقدم کیا ہے جہاد فی سبیل اللہ پر (بِرِّ والدین کو مقدم کیا گیا ہے آگے کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے پر)۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود کی معروف اور مشہور حدیث ہے متفق علیہ حدیث میں سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟" (اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اعمال میں سے وہ کون سا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے (جو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے کون سا عمل ہے؟))، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصَّلاَةُ عَلَى وَقْتِهَا" (نماز کو وقت پر قائم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے)، پھر میں نے عرض کی "قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟" (پھر اس کے بعد کون سا عمل ہے؟) "قَالَ: بِرُّ الوَالِدَيْنِ" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بِرُّ الوَالِدَيْنِ" والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرنا بِرّ کرنا) "قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟" (پھر میں نے تیسری مرتبہ یعنی عرض کی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر کون سا عمل ہے؟) "قَالَ: الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا)۔

یہی وجہ ہے کہ جہاد جو ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) بِرّ والدین جہاد پر مقدم ہے اور اس کا حکم جو ہے تمام لوگوں پر فرض عین ہے۔

پھر والدین سے کیا مراد ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: والدین جن کے ساتھ بِرّ کرنا حسن سلوکی کرنا فرض عین ہے وہ ماں اور باپ ہیں: "الأب والأم" (باپ اور ماں) "أما الجد والجدة" (دادا اور دادی جو ہیں) "فلهما بر" (اُن کے لیے بھی بِرّ اور احسان ہے) "لكنه لا يساوي بر الأم والأب" (لیکن وہ ماں باپ کے بِرّ کے برابر نہیں ہیں)۔

کیوں وجہ کیا ہے؟ کیونکہ دادی اور دادا کے لیے وہ تکلیفیں نہیں تھیں جو والدین نے (ماں اور باپ نے) تکلیفیں برداشت کی ہیں اپنے بچوں کی پرورش میں اس لیے والدین کا حق ان سے بھی زیادہ ہے دادی دادا سے، نانی نانا سے زیادہ ہے لیکن جو دادی اور دادا ہیں اور نانی اور نانا جو ہیں وہ جَد میں اور جَدۃ میں سب شامل ہیں ان کا بِرّ جو ہے واجب ہے "من باب الصلة" صلۃ الرحم کے اعتبار سے، اور رشتے داروں میں والدین کے بعد سب سے زیادہ حق دادی اور دادا کا ہے لیکن بِرّ کا لفظ جو ہے وہ والدین کے لیے استعمال ہوا ہے (ماں کے لیے اور باپ کے لیے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "لكن ما معنى البر؟" بِرّ کا معنی کیا ہے بڑی پیاری بات ہے فرماتے ہیں: "البر: إيصال الخير بقدر ما تستطيع، وكف الشر": "إيصال الخير بقدر ما تستطيع" (اپنی طاقت کے مطابق خیر پہنچانا اور خیر خواہی کرنا) "وكف الشر" (یہ بھی لازمی ہے اور شر سے رُک جانا)۔

جس کے ساتھ آپ برّ کرتے ہیں آپ اس کے لیے مکمل خیر خواہ ہوتے ہیں بھلائی کے ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ان کے ساتھ معاملات طے کرتے ہیں، اور جو بھی شَر کا پہلو ہے آپ اس سے دور رہتے ہیں اس کے قریب بھی نہیں جاتے، جب یہ دونوں عمل کر لیتے ہیں آپ اس عمل کو کہتے ہیں البِرّ۔

قولاً اور فعلاً دونوں یاد رکھیں زبان سے بھی اور عمل سے بھی یہ نہیں کہ عمل سے تو آپ سر جھکا کر بیٹھتے ہیں بڑی خندہ پیشانی سے آپ بات کرتے ہیں چہرے پر رونق ہوتی ہے لیکن زبان پر کڑواہٹ ہوتی ہے یہ بِرّ نہیں ہوتا، ایصال الخیر جو ہے ہر اعتبار سے۔

پھر ایصال الخیر کس طریقے سے ہوتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''بالمال'': مال کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے، خیر خواہی کسی کے ساتھ مال کے ذریعے سے ہوتی ہے، خدمت کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے کہ آپ خدمت کریں، اور اسی طریقے سے سرور ان کے دلوں میں ڈالنے سے بھی ہوتی ہے (کوئی ایسا قول یا ایسی کوئی بات کرے یا ایسا کوئی عمل کرے کہ وہ خوش ہو جائے (ان کو خوش کرنے سے بھی بِرّ ہوتا ہے))، ''طلاقة الوجه'' (خندہ پیشانی پُر رونق چہرے سے بات کرنا) ''وحسن المقال والفعال'' (اور اپنے قول اور فعل کے بہترین طریقے سے بھی خیر خواہی ہوتی ہے اور بِرّ ہوتا ہے)۔

الغرض: ''وبكل ما فيه راحتهما'' (ہر اس چیز سے بِرّ ہوتا ہے جو والدین کے لیے یا جس کے ساتھ آپ بِرّ کر رہے ہیں ان کی راحت اور طمانیت کا سبب ہو اسے بِرّ کہتے ہیں)۔

آسان ہے مشکل ہے؟ مشکل کس کے لیے ہے؟

دیکھیں ہے تو آسان کہ اپنے والدین کے ساتھ اگر آپ پیار سے بات کریں حق رکھتے ہیں؛ دیکھیں باہر لوگوں سے ہم کیسے بات کرتے ہیں، اپنے باس سے کیسے بات کرتے ہیں، اپنے سینئر سے کیسے بات کرتے ہیں، اپنے استاد سے کیسے بات کرتے ہیں، اپنے بڑوں سے کیسے بات کرتے ہیں، کسی وزیر یا مشیر سے بات کریں تو کیسے کرتے ہیں، کسی بادشاہ سے کیسے بات کرتے ہیں؛ ان سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ جو ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہتے ہیں اور واللہ! اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے جن کے والدین زندہ ہیں اور اُن کی خدمت کر رہے ہیں، بڑا شرف ہے واللہ! کیونکہ ہمیشہ کسی نے رہنا نہیں ہے ایک وقت آئے گا یہ دونوں رحمتیں نہیں ہوں گی برکتیں ہیں رحمتیں ہیں اور بڑا شرف اور اعزاز ہے اور بہت بڑی آزمائش بھی ہے اُس بندے کی جس کے ساتھ اس کے والدین رہتے ہیں۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ برکتیں ہیں خیر ہے اور آپ اپنی مرضی کرتے رہیں یہ ایسے نہیں ہوگا آزمائش ہے آزمائش میں کامیابی لازمی ہے اور کامیاب وہ ہوتا ہے جو بِرّ کا حق ادا کرتا ہے حسن سلوکی کا حق ادا کرتا ہے مشکل ہے ناممکن نہیں ہے، مشکل اس کے لیے ہے جس کا ایمان کمزور ہے، آسان اس کے لیے ہے جس کا ایمان مضبوط ہے۔

اصل آزمائش کس چیز کی ہے ایمان ہی کی تو ہے نا؟! اب یہ جتنے بھی احکام ہیں کس کے لیے ہیں؟ اہل ایمان کے لیے ہیں نا اور میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جب اہل ایمان کا ذکر ہوتا ہے تو "فأرعها سمعك"؛ ہم کہتے ہیں نا ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾: اور پورا قرآن مجید ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے لیے ہی تو ہے نا ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے۔

قرآن مجید ضابطۂ حیات ہے آپ کو زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور طریقہ سکھاتا ہے آپ نے کرنا کیا ہے کیا نہیں کرنا ہے یہی ہوتا ہے نا؟! تو بعض جگہوں پر ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ہے، تنبیہ کے لیے ﴿يَاَيُّهَا﴾ ورنہ تو اس جملے کے بغیر بھی ہمارے لیے ہی تو ہے نا سارا کچھ مسلمانوں کے لیے کتاب ہے نا یہ!

تو کسی خاص تنبیہ کے لیے ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کہ ابھی تو اس جملے میں جو آگے بیان ہونے والا ہے نا ذرا غور سے سنو! ویسے تو سارا ہی غور سے سننا ہے لیکن انسان کبھی غور کرتا نہیں ہے نا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یاددہانی کرادی ہے ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾۔

تو ایمان کا تقاضہ یہ ہے ایمان مجھ سے اور آپ سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے نا آپ نے اس کا حق ادا کرنا ہے، ایمان مضبوط ہے تو حق بھی مضبوط ہوگا ایمان کمزور ہے تو حق میں بھی کوتاہی ہوگی اصل بات یہ ہے۔

اب جب میں نے یہ سوال کیا کہ بِرّ مشکل ہے کہ آسان ہے دو جواب آئے، ایک تھا آسان ایک تھا مشکل، دونوں سچے ہیں۔

کیسے سچے ہیں دونوں جبکہ جواب میں تضاد ہے کہ نہیں؟ آسان کے ساتھ مشکل ہے نا دونوں کیسے صحیح ہیں؟

جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے نا توفیق اللہ تعالیٰ دیتا ہے، جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو مشکل پڑ جاتی ہے آزمائش میں بھی مشکل پڑ جاتی ہے۔

اور بہت ہی زیادہ لوگ ناکام ہو رہے ہیں (اِلَّا من رحم اللہ سبحانہ وتعالیٰ) بتاؤں میں! اس آزمائش میں والدین کے ساتھ حسن سلوکی کی آزمائش میں بِرّ والدین میں بہت زیادہ لوگ بہت زیادہ مسلمان ناکام ہو رہے ہیں کامیاب بہت کم ہو رہے ہیں (اِلَّا من

رحم اللہ سبحانہ وتعالیٰ) اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وجہ کیا ہے؟ کیونکہ ایمان اکثر لوگوں کا مضبوط ہے یا کمزور ہے بس یہ ہے اللہ رحم کرے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے ساتھ بِرّ کرنے کی حسن سلوکی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس لیے قول راجح یہی ہے کہ باپ اور ماں یعنی والدین کی خدمت اولاد پر واجب ہے اگر اولاد پر ضرر اور نقصان کا باعث نہ ہو، اگر کوئی ضرر اور نقصان کا باعث ہو اس صورت میں خدمت واجب نہیں ہو گی "إلا عند الضرورة" مگر ضرورت کے وقت۔

اب ایک فقہی مسئلہ ہے کہ والدین کی خدمت اولاد پر فرض ہے مطلق حکم ہے؟ مطلق حکم ہے ہمیشہ فرض ہے۔

اگر والدین کی خدمت سے اولاد کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو شریعت نے ہر نقصان کا سدّ باب کیا ہے نا؟ اگر کوئی نقصان ہے کوئی ضرر کا باعث بنتا ہے تب تو خدمت واجب نہیں ہے اِلّا یہ کہ ضرورت ہو۔

والدین ٹھیک ہیں چلتے پھرتے ہیں الحمد للہ اب ان کو مثال کے طور پر ہسپتال لے کر جانا علاج کے لیے جبکہ خود بھی جا سکتے ہیں لیکن آپ پر خدمت واجب ہے آپ لے کر جاتے ہیں، اللہ نہ کرے آپ کو تکلیف ہو گئی بیمار ہو گئے اور آپ یہ خدمت نہیں کر سکے اب آپ پر سے واجب ساقط ہو گیا ہے "إلا عند الضرورة" کہ اگر خود والدین حرکت کے قابل نہ ہوں اور ان کو ضرورت پڑ جائے علاج کی اور آپ بھی نہیں جا سکتے جسمانی اعتبار سے آپ جاتے ہیں تو آپ کی مزید تکلیف بڑھ جاتی ہے مثال کے طور پر والد کو اٹھانا ہے آپ کی خود کمر میں تکلیف ہے درد ہے آپ کو ڈاکٹر نے منع کیا ہے کہ آپ بھاری چیزیں نہیں اٹھا سکتے آپ کی مدد کے لیے بھی کوئی نہیں ہے، اگر آپ اٹھاتے ہیں تب آپ کی تکلیف مزید بڑھ جاتی ہے تو آپ کو نقصان ہو گا اس صورت میں آپ کا اٹھانا واجب نہیں ہے آپ پر۔

اچھا ضرورت ان کو بھی ہے (إلا عند الضرورة، ایکسپشن (Exception) یہ ہے) آپ کسی اور کو پیسہ دے کر یہ خدمت جو آپ پر واجب ہے کسی اور سے آپ کرا سکتے ہیں اس اعتبار سے۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "ولهذا نقول" اس لیے ہم کہتے ہیں کہ والدین کی جو فرمانبرداری ہے واجب ہے جس میں ان کے لیے نفع ہو اور بچے پر اولاد پر کوئی نقصان نہ ہو، اگر ان پر کوئی نقصان ہو چاہے دینی نقصان ہو جیسا کہ اگر آپ کو کسی واجب چھوڑنے کا حکم دے دیں یا فعل محرم یا کسی حرام چیز کو کرنے کا حکم دیں "فإنه لا طاعة لهما في ذلك" ایسی صورت میں ان کی کوئی فرمانبرداری نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی کوئی فرمانبرداری نہیں ہے) اور یہ ضرر ہے دین کا ضرر دین کا نقصان

یہ جائز نہیں ہے کسی صورت میں، اور جسم کو اگر کوئی تکلیف یا ضرر یا نقصان ہو تو ایسی صورت میں ان کی خدمت واجب نہیں ہے اور طاعت بھی اگر وہ حکم دیتے ہیں جبکہ آپ کو نقصان ہوتا ہے تب ایسی صورت میں واجب نہیں ہے۔

"أما المال": اب تین چیزیں ہیں دین ہے جسم ہے اور مال تیسرا: مال جو ہے تو آپ پر واجب ہے (اولاد پر واجب ہے) کہ مال سے اپنے والدین کی خدمت کرے اگرچہ زیادہ ہی خدمت میں مال لگ جائے اگر صاحب استطاعت ہے اس پر اگر کوئی ضرر یا نقصان کا باعث نہیں ہے اور اس کی خود اپنی ضرورت سے اپنی حاجت سے نہیں ہے اور خصوصی طور پر باپ جو ہے باپ کا حق ہے اپنے بیٹے کے یا اولاد کے مال میں سے جو چاہے وہ لے لے بشرطیکہ اس کے لیے باعث نقصان نہ ہو۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): جب ہم غور و فکر کرتے ہیں لوگوں کے احوال میں لوگوں کی حالت میں آج تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سارے لوگ جو ہیں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوکی نہیں کرتے عقوق سے کام لیتے ہیں بُرا پیش آتے ہیں، آپ یہ دیکھتے ہیں کہ اپنے دوست واحباب کے ساتھ وہ بہترین طریقے سے بات چیت کرتے ہیں اور اچھا رہن سہن رکھتے ہیں اور احسان سے کام لیتے ہیں اور اُن کے ساتھ بیٹھنے میں ملالت بھی محسوس نہیں کرتے دیر دیر تک بیٹھے رہتے ہیں لیکن جب اپنے ماں باپ کے ساتھ اگر ایک گھنٹہ بھی بیٹھنا پڑے یا کچھ وقت ساتھ بیٹھنا پڑے تو بہت ہی تنگی محسوس کرتے ہیں اور ملالت جلدی سے ہو جاتی ہے گویا کہ وہ انگارے پر بیٹھا ہو تو ایسا شخص جو ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرنے والا نہیں ہے۔

بِرّ کرنے والا اور حسن سلوکی کرنے والا شخص وہ ہے جس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اپنے ماں باپ کے ساتھ جب بیٹھتا ہے اور جب ان کی خدمت کرتا ہے، جب خدمت کرتا ہے تو وہ اپنی پلکوں پر اُٹھا کر خدمت کرتا ہے اور حریص ہمیشہ رہتا ہے "غاية الحرص على رضاهما بكل ما يستطيع"، جتنی اس کی طاقت ہے وہ والدین کو راضی کرنے میں لگا دیتا ہے یہ ہوتا ہے بِرّ والدین (والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرنا)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): جیسا کہ عوام الناس کا ایک جملہ ہے "البر أسلاف" (بِرّ کرنا اسلاف ہے)۔ اسلاف جمع سلف ہے سلف کسے کہتے ہیں؟ قرض کو، قرض لفظی معنی میں گزری ہوئی چیز، قرض وہ بھی ہوتا ہے جو آپ پہلے کسی کو کچھ دیتے ہیں پھر بعد میں آپ اس کے منتظر ہوتے ہیں اس کے بدلے کے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اس کے ساتھ ساتھ کہ بِرّ کرنے والا شخص جو ہے اسے اُجر عظیم آخرت میں ملتا ہے لیکن دنیا میں بھی اس کی جزاء اسے مل جاتی ہے (یہ قاعدہ یاد رکھیں)۔

بِرّ اور عقوق جیسا کہ لوگ کہتے ہیں عوام کہتے ہیں اسلاف ہیں یعنی اَقراض ہیں (جمع قرض، قرض ہے) "تستوفی" دنیا میں اس کا بدلہ لیا جاتا ہے یا اس کا بدلہ دیا جاتا ہے، اگر آپ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرتے ہیں تو آپ کی اولاد آپ کے ساتھ وہی حسن سلوکی کرے گی اور اگر آپ بدسلوکی کریں گے عقوق کریں گے تو آپ کی اولاد آپ کے ساتھ ویسا ہی کرے گی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ایسے بہت سارے قصے اور کہانیاں ہیں بِرّ کے اعتبار سے اور عقوق کے اعتبار سے، بہت سارے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے والدین کے ساتھ حسن سلوکی کی ان کی اولاد نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا مرتے دم تک اور بہت سارے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کی ہے ان کی اولاد نے ان کے ساتھ بھی اس سے زیادہ بدسلوکی کی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے بھائیو! اور عجب ہے ان لوگوں پر جو اس وقت یہ بات سُن رہے ہیں اور یہ احکامات جانتے بھی ہیں کہ ان کی اولاد ان کے ساتھ وہی کرے گی جو وہ اس وقت اپنے والدین کے ساتھ کر رہے ہیں لیکن پھر بھی ان کو سمجھ نہیں آتی اور عقل نہیں آتی!

میرے بھائی! اُف تک نہیں کہہ سکتے ہیں ہم، بار بار یہ بات آتی ہے کہ وہ غلطی پر ہیں تب بھی اُف نہیں کر سکتے آپ آپ غلطی سمجھائیں کہ غلط ہے: اُف کا مطلب ہے ناگواری اور بدتمیزی کی ابتداء کم سے کم درجہ ہے نا؟!

آپ اپنے دوست کے ساتھ بیٹھے ہیں کوئی اس نے بات کی ہے اچھا لگے گا اسے کیا خیال ہے؟ آپ کا دوست ہے گپ شپ کرتے رہتے ہیں آپ باتوں باتوں میں کوئی ایسی بات کی ہے جو آپ کو اچھی نہیں لگی آپ نے کوئی گالی نہیں دی کوئی بات نہیں کی منہ بس یہی اُف نہیں کیا زور سے جیسے کہ اُف کہا جاتا ہے بس ایسا کوئی چہرہ بنایا کہ چہرے سے پتہ چل جائے دوست کو کہ یہ بندہ ناراض ہو رہا ہے، اسے اچھا نہیں لگے گا وہ کچھ کہے نہ کہے بعد کی بات ہے آپ کو بھی اچھا نہیں لگے گا کہ میں نے کچھ پتہ نہیں ناراض تو نہیں ہو گا مجھ سے!

کتنا سوچتے ہیں ہم لوگوں کے بارے میں اگر دوست کے ساتھ اُف ہو جائے کیا فرق پڑتا ہے پڑتا ہے؟! نہیں پڑتا دوست ہے منا لوں گا بعد میں ربّ بھی ناراض نہیں ہوا۔

لیکن والد ہے سامنے یا والدہ ہے بات اُف سے شروع ہوتی ہے شیطان شر کا دروازہ کھول دیتا ہے پھر اُف کے بعد کیا ہوتا ہے کہاں تک بات پہنچتی ہے! میرے بھائی بددعا تک باتیں پہنچتی ہیں (نعوذ باللہ)، "بددعا!"۔

اور کچھ ایسا بھی میں نے سنا اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اللہ کرے ایسا نہ ہو کہ بچے ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں والدین پر بعض اوقات (إنا للہ وإنا إلیہ راجعون) اب اس شخص کی زندگی میں کیا خیر ہے بتائیں؟!

حالات تنگ ہیں کوئی عذر نہیں ہے، بے روزگاری ہے کوئی عذر نہیں ہے، پریشانی ہے کوئی عذر نہیں ہے، والدین جو ہیں وہ زیادتی کرتے ہیں کوئی عذر نہیں ہے، آپ نے اُف نہیں کہنا ہاتھ کہاں سے اٹھ گیا؟!

اچھا اُف کے لفظ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا ہے؟ اُف سے بعد میں منع کیا ہے نا اس سے پہلے والدین کی حالت کیا ہوگی؟ بڑھاپے کی حالت ہوگی ﴿الْكِبَرَ﴾ (الاسراء: 23)۔

بڑھاپے کی حالت میں بدمزاجی ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہو جاتی ہے بدمزاجی نا، چڑچڑا پن بدمزاجی ہو جاتی ہے، ایک طاقت ہوتی تھی کسی زمانے میں کمزور پڑ گئی ہے طاقت کا خاتمہ ہو رہا ہے دنیا ہاتھ سے جا رہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ برف رکھیں ہاتھ پر کتنی تیزی سے پگھلتی ہے دنیا ایسے جا رہی ہے اس کے ہاتھ سے تو اس بدمزاجی کی وجہ سے وہ زیادتی کریں گے پہلے سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا ہے اس لیے لفظ کیا ہے؟ بڑھاپے کا لفظ ہے کہ پہلے سے سنبھل جانا بڑھاپا آئے گا کچھ زیادتی بھی ہوگی میں جانوں وہ جانے جو غلطی کرے اس نے ربّ کو جواب دینا ہے نا ان کی غلطی میرے ذمے میں جانوں وہ جانیں ان کی زیادتی کا حساب میں نے لینا ہے تم نے نہیں لینا اولاد نے نہیں لینا بچوں نے نہیں لینا تم نے جو کرنا ہے وہ سنو تم نے کرنا کیا ہے، بڑھاپے کی حالت میں پہنچیں گے اور تمہارے پاس ہی ہوں گے اور بیٹے کا حق ہے۔

آپ نے پوچھا ہے کہ کس کا زیادہ حق ہے؟ بیٹے کا حق کہ اپنے والدین کی خدمت کرے بیٹی کا بعد میں ہے، اگر بیٹے نہیں ہیں تو تب بیٹی پر فرض عائد ہوتا ہے۔

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا﴾ (الاسراء: 23):

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ﴾؛ دیکھیں لفظ کیا ہے؟ ﴿عِندَكَ﴾ (تمہارے پاس، تمہارے ساتھ)۔

"عِندَكِ": مؤنث کے لیے ہے۔

"عِندَكَ": مذکر کے لیے ہے تو بیٹے کا حکم ہے۔

جب والدین تمہارے دونوں اُن میں سے کوئی ایک تمہارے پاس ہوں اور بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جائیں تب کیا نہیں کرنا سب سے پہلے؟ ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ﴾۔

پہلے کیا نہیں کہنا پھر کیا نہیں کرنا؟ ﴿وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾؛ پھر کیا کہنا ہے؟ ﴿وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾۔

قول کریم جانتے ہیں؟ کاش کہ ہم جاننے والے ہوتے! کریم کے لفظ میں عزت اور شرف کا معنی پایا جاتا ہے: "رزق کریم" (عزت والا شرف والا رزق (عزت اور شرف))۔

عزت اور شرف کے لیے خاص الفاظ ہوتے ہیں اور خاص طریقہ ہوتا ہے کہ نہیں؟ یعنی آپ نے جب بات کرنی ہے تو پہلے تولیں؛ دو الفاظ ہیں ایک میں کم شرف ہے دوسرے میں زیادہ شرف ہے زیادہ عزت والا لفظ ہے آپ نے کون سا لفظ استعمال کرنا ہے؟ زیادہ عزت والا کیونکہ قول کریم آپ نے کہنا ہے (صرف قول نہیں ہے قول حسن بھی نہیں ہے)۔

قول کریم کیوں ہے؟ کیونکہ ہر حسن کریم نہیں ہوتا کریم کا درجہ اس سے بھی بڑا ہے قول کریم ہے، کاش کہ ہم سمجھنے والے ہوتے!

حالت بڑھاپے کی، چڑچڑا پن ہے، زیادتی کریں گے آپ نے تیار رہنا ہے اُف نہیں کہنا؛ سمجھائیں؟ ہاں! سمجھانا آپ کا حق ہے کون سمجھائے گا؟! بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ سمجھاتے سمجھاتے اُف سے بات شروع ہوتی ہے اور پتہ نہیں کہاں پر جا کر پہنچتی ہے! جب غصے میں ہیں تو سمجھایا نہیں جاتا خاموشی سے آپ بات سنیں اُف تک نہ کہیں اور دو لفظ آپ اچھے کہہ سکتے ہیں "اللہ تعالیٰ بہتری کرے گا، اللہ خیر کرے گا" یہ تو کہہ سکتے ہیں نا تاکہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے بعد میں آکر آپ سمجھائیں۔

کبھی ایسا وقت ہوتا ہے جب وہ خوش بھی ہوتے ہیں کوئی تحفہ لے کر جائیں، آپ ایک دوسرے کو تحفے دیں محبت بڑھے گی، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "تَهَادُوا تَحَابُّوا"۔

کون زیادہ حق رکھتا ہے تحفے دینے کا اور تحفے لینے کا تحفے دیں نا! تحفہ لے کر جائیں چھوٹا سا کیوں نہ سہی، خوش ہو جاتے ہیں کہ ہماری اولاد نے ہمیں یاد بھی کیا ہے، وہ بے چارے یہ سمجھ رہے ہیں کہ دنیا جیسے تیزی سے جا رہی ہے اور ہم دنیا سے دور ہوتے جا رہے ہیں ہماری اولاد بھی ہم سے دور ہوتی جا رہی ہے۔

آپ کو پتہ ہے جب آپ والدین کے ساتھ صرف بیٹھے رہتے ہیں کوئی کتاب پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ آپ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ آپ خوش ہیں وہ خوش ہو جاتے ہیں، وہ دیکھنا چاہتے ہیں ہماری اولاد کس حالت میں ہے خوش تو ہے نا، وہ آپ کی خوشی سے خوش ہو جاتے ہیں اور آپ کی تکلیف سے انہیں آپ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

آپ کچھ بھی نہ کریں فون اٹھائیں کیا حال ہے سب ٹھیک ہے (اگر آپ ان کے سامنے نہیں ہے دور ہیں آپ سے نا) آپ کی بات سن کر خوش ہو جاتے ہیں کہ بچہ ٹھیک ہے الحمد للہ، بھئی ہم ان کے لیے آج بھی بچے ہیں کل بھی بچے تھے مرتے دم تک بچے ہی رہیں گے ہم وہ ہمیں کبھی بڑا نہیں دیکھتے وہ ہمیں ہمیشہ چھوٹا دیکھتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں ہم ہیں ہی چھوٹے، ہماری حیثیت ان کے سامنے چھوٹی سی حیثیت ہے کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

جو ہم اس وقت والدین کے ساتھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اولاد نے ہمارے ساتھ وہی کرنا ہے اور دنیا میں دیکھیں گے آخرت تو بعد کی بات ہے نا اس لیے عجب ہے ان لوگوں پر جو یہ سمجھتے ہیں اور بے صبرے ہو جاتے ہیں اور والدین کے ساتھ بدسلوکی کر بیٹھتے ہیں! اگر آپ کو قبر کی فکر نہیں ہے آخرت کی فکر نہیں ہے (اکثر لوگوں کو آخرت کی فکر نہیں ہے دنیا میں لگے ہوئے ہیں) تمہاری دنیا تو تباہ ہو رہی ہے نا کیونکہ آپ کی اولاد نے وہی تمہارے ساتھ کرنا ہے! خود گناہگار ہو رہے ہو اپنی اولاد کو بھی گناہگار کر رہے ہو پتہ ہے یہی ہو گا کہ نہیں؟!

جب اسلاف ہے قرض ہے اور دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بدلہ لینا ہے آخرت کا حساب ابھی رکھا ہوا ہے قبر میں اور آخرت کا ابھی حساب باقی ہے تو دنیا میں ہی جو ہم کر رہے ہیں وہ ہمارے لیے نہیں ہے صرف۔

اگر واقعی اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں اور بیوی سے بھی محبت کرتے ہیں اکثر جھگڑے بیوی بچوں کی وجہ سے ہوتے ہیں والدین سے یہی ہوتا ہے نا؟

تو والدین کے ساتھ جو بدسلوکی کر رہا ہے نا وہ یقیناً اپنے بچوں کے ساتھ بدسلوکی کر رہا ہے اور ان کے لیے دنیا میں ہی مصیبت کا باعث بن رہا ہے کیونکہ اگر اس وقت اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کر رہا ہے یہ شخص تو جب اس کی اپنی اولاد بدسلوکی کرے گی تو اُن کا کیا حال ہو گیا؟! دیکھیں (اِلَّا من رحم اللہ) اولاد میں کچھ اچھے بھی ہو سکتے ہیں لیکن عمومی طور پر یہ قاعدہ اور قانون ہے۔

اس لیے ابھی وقت ہے توبہ کرنے کا، ابھی تک اگر زیادتی کی ہے تو توبہ کریں جا کر سر پر بوسہ دے دیں معافی مانگ لیں کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے میں آئندہ نہیں کروں گا ایسے، واللہ معاف کر دیتے ہیں اتنا بڑا دل ہے والدین کا، کتنے بُرے کیوں نہ ہوں کتنے بڑے ظالم ہی کیوں نہ ہوں آپ دو آنسو بہا کر جائیں اور کہیں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دیں۔

اور جن کے والدین دنیا سے چلے گئے ہیں اور کوئی کوتاہی ہوگئی ہے یا کوئی زیادتی ہو چکی ہے انسان سے غلطیاں ہو جاتی ہیں تو دعا کا پہلو نہ چھوڑیں سجدے میں، سجدے میں رو کر دعا کریں اور اِس وقت اِس حالت میں اُن کو دعا سے بڑھ کر کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے جتنے بھی آپ نیک اعمال کر سکتے ہیں، کوئی صدقہ دے دیا، عمرہ کر لیا، حج کر لیا ان کے لیے، بِرّاُن کے والدین کے ساتھ بھی باقی رہتا ہے۔

والدین کے معاملے میں کبھی کنجوسی نہیں کرنی چاہیے مال نہیں ہے نالازمی نہیں ہے کہ آپ نے ادھار لے کر ایسا صدقہ کوئی کرنا ہے، نہیں! یہ آپ پر لازم نہیں ہے آپ ادھار نہ لیں صدقے کے لیے؛ دعا کے لیے آپ کو کس سے ادھار لیناپڑے گا کتنا لینا پڑے گا؟ لیناپڑتا ہے ادھار؟ چلو حج کے لیے عمرے کے لیے آپ کو کچھ خرچ کرناپڑے گا دعا کے لیے آپ کو کہاں سے کتنا قرض لیناپڑے گا کتنی مشقت ہے ایک دعا کے لیے؟! سب سے زیادہ آسان کام دعا ہے، اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ بھی دعا ہے، اور سب سے زیادہ اثر بھی دعا کا ہوتا ہے، دعا کریں ان کے لیے مغفرت کی دعا بلندیٔ درجات کی دعا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ان کی مغفرت فرمائے ان کو بلند درجات جنت الفردوس میں عطا فرمائے؛ بار بار یہ کہیں اور پھر آپ کو خود محسوس ہوگا واللہ! آپ خود سینے میں ٹھنڈک محسوس کریں گے۔

دیکھیں دنیا میں واپس نہیں آسکتے وہ کہ یہ کہہ دیں میں نے معاف کر دیا نہیں ہو سکتا ہے ممکن ہے کیا؟ ناممکن ہے! لیکن جب ان کے لیے آپ کثرت سے دعا کرتے رہیں گے اور ان کی جو اولاد ہے یا آپ کے جو بہن بھائی ہیں یا ان کے جو دوست واحباب ہیں ان کے ساتھ آپ حسن سلوکی جاری رکھیں گے تو یقیناً آپ کے دل میں تسلی ہوگی کہ چلو میں کچھ تو بھلائی اور بہتری ان کے لیے کر رہا ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کی خلوص نیّت کو قبول کر لیا تو دیکھیں مزید توفیق کیسے آتی ہے اور آپ کی جو کوتاہیاں تھیں جو غلطیاں تھیں اللہ تعالیٰ کس طریقے سے آہستہ آہستہ اس کی مغفرت بھی کر دے گا، دیکھو اس کا حق ادا کرنا ہے۔

آخر میں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ''فأهل السنة والجماعة يأمرون ببر الوالدين'' (اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ حکم دیتے ہیں والدین کے ساتھ حسن سلوکی کا)۔

’’صلة الأرحام‘‘: صلہ رحمی کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام رحمہ اللہ): ’’وكذلك يأمرون بصلة الأرحام‘‘ (اور اسی طریقے سے اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ حکم دیتے ہیں صلہ رحمی کا)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والدین کے ساتھ حسن سلوکی کرنے سے اور دوسرے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوکی کرنے میں فرق ہے، جو دیگر رشتے دار ہیں والدین کے علاوہ ان کے ساتھ لفظ صلہ کا ہے صلہ رحمی کا ہے اور والدین کے ساتھ بِرّ کا لفظ ہے، بِرّ والدین کے ساتھ کیا جاتا ہے صلہ رحمی رشتے داروں کے ساتھ کی جاتی ہے۔

اور ’’والبر أعلى من الصلة‘‘: اور بِرّ جو ہے اس کا درجہ صلہ رحمی سے زیادہ بلند ہے کیونکہ ’’كثرة الخير والإحسان‘‘: بِرّ کے لفظ میں یا بِرّ کا جو معنی ہے اس میں ’’كثرة الخير والإحسان‘‘ کثرت سے خیر اور احسان کرنا، اور صلہ رحمی میں بھی خیر اور احسان ہی ہے لیکن بِرّ سے کم ہے، اور صلہ کا مطلب یہ ہے کہ رشتے کو کاٹا نہ جائے اس لیے جو بِرّ کو ترک کرنے والا چھوڑنے والا ہے اسے کہتے ہیں عاق لیکن جو صلہ رحمی کو توڑنے والا ہے اسے قاطع کہتے ہیں (توڑنے والا کہتے ہیں عاق نہیں کہتے)۔

صلۃ الارحام کا حکم صلہ رحمی کا حکم واجب ہے اور رشتے توڑنے کی جو سزا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: رشتہ توڑنا جو ہے سبب ہے لعنت کا اور جنت میں داخل ہونے سے محرومی کا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ محمد آیت نمبر 22 اور 23 میں: ﴿فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن تَوَلَّيۡتُمۡ أَن تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَتُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ ۝٢٢ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمۡ وَأَعۡمَىٰٓ أَبۡصَٰرَهُمۡ ۝٢٣﴾۔

دیکھیں (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں جوڑ دیا ہے، فساد فی الارض اور رشتے کو توڑنا ﴿تُقَطِّعُوٓاْ أَرۡحَامَكُمۡ﴾ ؛ اب اگر منہ موڑو گے اور زمین پر فساد برپا کرو گے اور رشتے کو توڑو گے، اس زمین پر فساد کرنے میں سے رشتے کو توڑنا بھی ہے یہ بھی زمین پر فساد کرنے کا باعث ہے یہ وہی لوگ ہیں: ﴿ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ﴾ (ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) ﴿فَأَصَمَّهُمۡ وَأَعۡمَىٰٓ أَبۡصَٰرَهُمۡ﴾ (پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا)۔

یعنی وہ نہ تو خیر سنتے ہیں نہ خیر دیکھتے ہیں، جو رشتے کو توڑنے والا ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے گویا کہ وہ اندھا اور بہرا ہے کیونکہ نہ تو حق کو وہ سمجھتا ہے نہ حق اسے نظر آتا ہے۔

اور متفق علیہ حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ’’لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ‘‘ (جنت میں کبھی رشتہ توڑنے والا داخل نہیں ہوگا (یعنی محرومی ہے))۔

اور ''قَاطِعٌ'' سے مراد: ''قاطع رحم'' (رشتے کو توڑنے والا)۔

نعوذ باللہ! یہی سزا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور جنت سے محرومی ہے اُن کے لیے جو رشتہ توڑنے والے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو ''صلة'' کا لفظ ہے قرآن اور سنت میں مطلقاً بیان ہوا ہے اور جو چیز مطلق بیان کی جائے اُس کی حد جو ہے عرف سے بیان کی جاتی ہے۔

ایک چیز مطلق ہے اس کی کوئی قید نہیں ہے تو کہاں سے قید آئے گی؟ احسان کیسے کریں؟ صلہ رحمی کیسے کی جاتی ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو عرف کی طرف شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ واپس آنا پڑتا ہے جسے لوگ صلہ کہیں تو پھر وہی صلہ ہو گی۔

صلہ رحمی کیا ہے؟ جو لوگوں میں رائج ہے طور طریقہ صلہ کا وہ ہے۔

اور جسے لوگ قطیعہ سمجھیں اور رشتے کو توڑنا سمجھیں وہی رشتہ توڑنا سمجھا جائے گا اور یہ اختلاف ہوتا ہے: ''باختلاف الأحوال والأزمان والأمكنة والأمم'': حالت کے بدلنے سے، زمانے کے بدلنے سے، جگہ اور مختلف معاشروں اور اُمتوں کے مختلف طور طریقے ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر لوگوں کی حالت فقر کی ہو (حالت جو ہے سب فقیر ہوں) اور آپ امیر ہیں غنی ہیں اور آپ کے رشتے دار فقراء میں سے ہیں تو صلہ رحمی آپ سے کیا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ کیا کریں؟ مال سے دولت سے صلہ رحمی کریں یہ اُن کا حق ہے۔

اگر لوگ سارے کے سارے امیر ہوں اور سب کی کشادہ حالت ہو یا کشادہ حالات ہوں کوئی تنگی نہ ہو تو پھر صلہ رحمی کیسے ہو گی پیسے دینے سے مال دینے سے؟ نہیں! وہ تو پہلے سے ہے؛ اُن کے پاس جا کر صبح کو یا شام کو (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اُن سے ملاقات کرنے سے صلہ رحمی تصور کی جائے گی۔

آپ جاتے ہیں اُن کا حال پوچھتے ہیں یہ صلہ رحمی میں سے ہے، اگر فقراء ہیں آپ حال تو پوچھتے ہیں لیکن کچھ دیتے نہیں ہیں آپ امیر ہیں غنی ہیں یہ صلہ رحمی میں کمی اور کوتاہی ہے۔

یعنی شیخ صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں سمجھنے کی بات ہے کہ اب صلہ رحمی میں ایک جو مسلمات ہیں کہ آپ نے ادب سے بات کرنی ہے، آپ نے خندہ پیشانی سے بات کرنی ہے، آپ نے گالی گلوچ نہیں دینی ہے، یہ سب حق ہیں رشتے داروں کے کہ نرمی

سے بات کرنی ہے پیار سے بات کرنی ہے آپ نے اُن کا حال پوچھنا ہے یہ سب چیزیں لیکن بعض اوقات خاص یعنی اس کی حد صلہ رحمی کی جو مجھ پر واجب ہے وہ کس حد تک ہے یہ سمجھنا لازم ہے۔

اگر آپ کے بہن اور بھائی ہیں اچھے حالات ہیں اُن کے ضرورت نہیں ہے پیسوں کی اُن کو آپ حال کم پوچھتے ہیں پیسہ اُن کو بھیج دیتے ہیں کیا آپ کی صلہ رحمی ہو گئی؟ اُن کو ضرورت کس چیز کی ہے؟

بعض لوگوں کو مورل سپورٹ (Moral support) کی ضرورت ہوتی ہے، بعض کو فزیکل پریزنس (Physical presence) کی سپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے، بعض لوگوں کو اچھے مشورے کی ضرورت پڑتی ہے وہ آپ سے ہوتا نہیں ہے آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے یا آپ کرنا نہیں چاہتے کوئی بھی وجہ ہو۔

تو صلہ رحمی کیوں عرف کی طرف اسے لوٹایا گیا ہے؟ کیونکہ جس معاشرے میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ معاشرہ بھی اسے متعین کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر اب مہر کا معاملہ ہے شرعاً کوئی اس کی قید ہے؟ کوئی حد ہے کہ کتنا مہر ہونا چاہیے؟ نہیں ہے۔ تو کس طرف ہم لوٹیں گے؟ عرف کی طرف۔

حسن سلوکی جو ہے یا بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت جو ہے (اچھا رہن سہن) اس کا ہمارے پاس کوئی پیمانہ ہے؟ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء:19)۔

معروف سے کیا مراد ہے؟ ''ما تعارف عليه الناس'': لوگوں میں جو عرف رائج ہے اسی کی طرف بعض ایسے مسائل ہیں شریعت کے کو عرف کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

حقیقت کتنی قسم کی ہے؟ (۱) ''حقيقة شرعية''۔ (۲) ''حقيقة عرفية''۔ (۳) ''حقيقة لغوية'' لغت کے اعتبار سے۔

شریعت کے تمام جتنے بھی الفاظ ہیں انہیں ان تین چیزوں پر تولا جاتا ہے:

1- اب شرعی بات کر رہے ہیں تو شریعت کے مطابق آپ کو بات کرنی پڑے گی اور شریعت کے ترازو پر تول کر شرعی احکام بیان کرتے ہوئے شرعی دلیل کے مطابق آپ نے بات کرنی ہے۔

2- شریعت کے الفاظ یا شریعت میں کوئی دلیل آپ کو نہیں ملتی پھر آپ واپس پلٹتے ہیں عرف کی طرف۔

3-عرف میں بھی کوئی چیز آپ کے سامنے نہیں ہے تو کس زبان میں قرآن اُترا ہے؟ "نصوص" قرآن اور حدیث کس زبان میں ہیں؟ عربی زبان میں، تو عربی زبان کے مفہوم کے مطابق پھر آپ اس مسئلے کو سمجھیں گے۔

یہ تین حقیقتیں ہیں "شرعیۃ، عرفیۃ اور لغویۃ" ہم کس کی بات کر رہے ہیں اس وقت؟ الحقیقۃ العرفیۃ۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ قرآن مجید میں کئی جگہوں پر ہے ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ اُن میں سے ایک دلیل ہے: بیویوں کے ساتھ جو رہن سہن کا طریقہ ہے معاشرت کا طریقہ ہے معروف کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اور معروف کیا ہے؟ "ما تعارف عليه الناس": اور یہ جگہ کے اعتبار سے لوگوں کے اعتبار سے، رہن سہن کے اعتبار سے، معاشرے کے اعتبار سے زمانے کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔

سوال: حکم تو شریعت نے دیا ہے؟

جواب: شریعت نے اس حکم کو کس طرف لوٹایا ہے؟ عرف کی طرف، نان نفقہ بھی اس میں آتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہمارے زمانے میں صلہ رحمی لوگوں میں بہت کم ہے اور لوگ بہت سارے اپنے حوائج اور ضروریات میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے سے وہ مصروف اور مشغول ہیں اور جو صحیح صلہ رحمی ہے کہ آپ اُن کا حال پوچھیں، اُن کی اولاد کیسی ہے اُن کی جو مشکلات جو پریشانیاں ہیں اُن کو دیکھیں اُن کا ساتھ دیں اُن کے حل کرنے میں لیکن یہ تمام چیزیں جو ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) یہ مفقود ہیں اس وقت جیسا کہ تمام بِرّ جو ہے وہ اکثر لوگوں میں مفقود ہے اور موجود نہیں ہے۔

تو صلہ رحمی ہو یا بِرّ الوالدین ہو اہل سنت والجماعت جو ہیں ان تمام چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور یہ بھی اُن پیاری خصلتوں میں سے ہے اہل سنت والجماعت کی جس پر وہ خود بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دیتے ہیں؛ دیکھیں کتنی پیاری باتیں ہیں!

دیکھیں ہم بات کر رہے ہیں توحید کی، اتباع سنت کی، عقیدے کے اصول کی:

(ا) اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ ہیں صفات الکمال ہیں کرتے کراتے کہاں پر پہنچے ہیں؟

(۲) پھر تقدیر کے مسائل ہیں، پھر حکمران کی فرمانبرداری ہے، پھر صحابہ کرام کے تعلق سے ہمارا کیا عقیدہ ہے، پھر کرامات الاولیاء کرتے کراتے کہاں پر پہنچے ہم؟

دیکھیں حسن اخلاق آپ کی پہچان ہونی چاہیے ہم کہتے ہیں ہم سلفی ہیں یہ جملہ آپ سے کیا تقاضہ کرتا ہے جیسے ہم اکثر کہتے ہیں کہ ہم اصول میں بھی سلفی ہیں، فروع میں بھی سلفی ہیں، اور سلوک میں بھی آداب میں بھی معاملات میں بھی سلفی ہیں؟ اس لیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ان تمام جملوں کو اس چھوٹی سی پیاری تصنیف کے آخر میں شامل کر دیا ہے تاکہ پتہ چلے کہ عقیدۃ السلف کی جب ہم بات کر رہے ہیں تو وہ کون لوگ تھے کیسے تھے اور وہ کس طریقے سے تمام حقوق کی ادائیگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس میں شامل ہے سب سے پہلے یہی عقیدہ ہے نا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی باتیں ہو رہی ہیں ساری، اور پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو حقوق ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں، پھر صحابہ اور سلف کے حقوق بھی اس میں شامل ہیں کہ اُن کی اتباع کرنی ہے اُن کا بھی ذکر ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ والدین کے حقوق کی بھی ہم بات کر رہے ہیں، صلہ رحمی کی ہم بات کر رہے ہیں۔

یہ دین کامل اور شامل ہے اور ہر مسلمان کو حقیقتاً ایسا مسلمان ہونا چاہیے جس کو ہم دوسرے لفظ میں سلفی کہتے ہیں یہ لفظ کیوں ہم استعمال بار بار کرتے ہیں؟ کیونکہ عقیدے کے اصولوں میں سے یہ معاملات اور یہ مسائل اہل سنت والجماعت کے نزدیک شامل ہیں، یہ عقیدے کے اصولوں میں سے ہیں جیسا کہ اہتمام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے تعلق سے اسی طریقے سے والدین کے ساتھ حسن سلوکی کی بھی بات کرتے ہیں اور اس کا حق بھی ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی میں بھی وہ پیچھے نہیں رہتے۔

اگر کہیں پر کوئی کوتاہی یا کمی ہے تو اسے درست کر لینا چاہیے کیونکہ یہ تمام خوبصورت خصلتیں یہ ہماری پہچان ہیں اور یہ ہر مسلمان کی پہچان ہونی چاہیے، یہ فرقے اور یہ جماعتیں بعد میں آئی ہیں۔

آپ ذرا تصور کریں صحابہ اور سلف کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عقیدہ کیا تھا نماز کیسے پڑھتے تھے زکوۃ کیسے دیتے تھے حج کیسے کرتے تھے عمرہ کیسے کرتے تھے، والدین کے ساتھ حسن سلوکی کیسے کرتے تھے صلہ رحمی کیسے کرتے تھے کہیں پر کوئی فرق پڑتا ہے وجہ کیا ہے؟

پھر یہ فرقے بعد میں کیسے آئے ہیں، پھر ہم کیوں کہتے ہیں ہم فلاں ہیں وہ فلاں ہیں اُن میں یہ کمی ہے اُن میں یہ کمی نہیں ہے اور ہم میں یہ کمی نہیں ہے اور اُن میں یہ کمی نہیں ہونی چاہیے؟

کیونکہ جب ہم اس دین کی اساس سے دور ہوئے ہیں فرقے وجود میں آئے ہیں، جیسے سمجھنے کا حق ادا کرنا چاہیے قرآن اور سنت کو ویسے ہم نے نہیں سمجھا ہے؛ عجب ہے ناایک ربّ ہے ایک رسول ہے ایک قرآن ہے فرقے کتنے ہیں عجب ہے! اور سب ہی ایک ربّ کی بات کرتے ہیں ایک نبی کی بات کرتے ہیں ایک ہی قرآن کی بات کرتے ہیں۔

نہیں نہیں روافض کو چھوڑیں وہ تو کہتے ہیں قرآن ہی ہم نہیں مانتے ان کو نکال دیں لسٹ سے جو قرآن کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام مانتے ہیں ان کی بات میں کر رہا ہوں پھر ہم فرقے فرقے میں کیوں بٹے ہوئے ہیں؟!

میڈیکل فیلڈ میں میڈیکل کی کتاب سرجری کی دنیا کی کوئی کتاب لے لیں آپ اپنڈکس (Appendix) کے آپریشن میں کوئی فرق نظر آئے گا آپ کو؟ انگلش میں کتاب لے لیں، اردو میں لے لیں، ہندی میں لے لیں، ملیالم میں لے لیں ترجمہ شدہ کتابیں جتنی بھی ہیں اپنڈکس (Appendix) کے آپریشن میں کوئی فرق نظر آئے گا آپ کو دنیا کے کسی کونے میں؟ سرجن امریکن ہو یا انڈین ہو یا پاکستانی ہو یا عرب میں سے کیوں نہ ہو فرق نظر آئے گا؟ نہیں آئے گا؛ مصنف مختلف، کتابیں مختلف طریقہ ایک جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ سمجھا صحیح ہے، سورس (Source) کوئی بھی ہو صحیح سمجھ لیا آپ نے صحیح کام کیا ہے۔

ہماری سورس (Source) بھی ایک ہے ایک ہی قرآن ہے ایک ہی نبی ہے ایک ہی ربّ ہے جس کی ہمیں تعلیمات پر صحیح عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر اختلاف کیوں ہے؟ ہم فرقے فرقے میں کیوں بٹ گئے ہیں؟ ہمارے عقیدے مختلف، عبادات کا طریقہ مختلف، ہماری آداب مختلف، ہمارے اخلاق مختلف، ہمارا سلوک مختلف ہمارے طور طریقے مختلف کہاں پر خلل ہے؟ سمجھنے میں خلل ہے۔

کیا ہم صحیح سمجھ سکتے ہیں یا نہیں سمجھ سکتے؟ ناممکن ہے بس معاملہ ختم ہو گیا اب ایسے ہی ہم نے مرنا ہے ان ہی فرقوں میں ہم نے مرنا ہے سڑنا ہے؟ ممکن ہے کہ نہیں؟ کیا کیسے ممکن ہے؟ جن پر یہ قرآن نازل ہوا جن کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے حیات تھے زندہ تھے اور براہ راست قرآن مجید کی تعلیمات دیں کون تھے وہ؟ صحابہ اور صحابہ میں آل بیت بھی شامل ہیں۔

جب صحابہ کا لفظ بیان کرتے ہیں اور آل بیت کا ذکر نہ کریں تو اس میں ہمیشہ شامل ہیں کیونکہ لوگ کہتے ہیں آپ آل بیت کی بات نہیں کرتے آپ ان سے محبت نہیں کرتے؛ جاہل بے وقوف لوگ ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں جتنی زیادہ محبت اہل سنت

والجماعت آل بیت سے کرتے ہیں واللہ کوئی بدعتی نہیں کرتا سوال نہیں پیدا ہوتا! یہ سب دعویدار ہیں روافض ہیں خوارج جتنے بھی ہیں سارے (اللہ رحم کرے)۔

الغرض؛ کہ ایک ہی طریقہ ہے اگر ہم سب نے واپس ایک فرقے میں یا ایک جماعت میں واپس لوٹنا ہے ایک جماعت کیا تھی؟ ایک جماعت تھی ہماری کہ نہیں کون سی جماعت تھی؟ "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔

دوسرے لفظوں میں کیا ہے؟ "الجَمَاعَةِ" اُس جماعت کی بات کر رہا ہوں، ایک ہی جماعت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ، آل بیت ان میں شامل ہیں سارے ایک ہی جماعت۔

سیدنا علی اور سیدنا ابو بکر صدیق میں کوئی جنگ تھی؟ کوئی مسئلہ تھا کبھی کوئی پرابلم تھا؟

دیکھیں فتنے بعد میں آئے ہیں اس کی بھی اپنی اپنی وجوہات ہیں اپنے اپنے اجتہادات ہیں، ہم یہ مانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی اور سب مجتہدین تھے اور اس میں سب کامیاب ہیں، جس نے صحیح فیصلہ کیا صحیح اجتہاد کیا دگنا اُجر ہے، جن سے اجتہاد میں غلطی ہوئی اُن کو ایک اُجر ہے لیکن آج امت کس چوراہے پر کھڑی ہے آج ہم واپس آ سکتے ہیں کہ نہیں آ سکتے؟ واللہ! آ سکتے ہیں۔

کرنا کیا ہے؟ اپنے دل سے بغض اور نفرت کی غلاظت کو نکال دیں اور اللہ کے لیے دل میں یہ سوچ اور فکر اور یہ تڑپ ڈال لیں کہ میں نے حق کو سمجھنا ہے مجھے کہیں سے بھی مل جائے اور قرآن اور سنت اور صحابہ اور سلف کے فہم کے مطابق میں نے سمجھنا ہے پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ راستہ کیسے آسان کرتا ہے؛ لیکن دل میں اگر بغض اور نفرت ہو اور آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو سمجھ پائیں گے آپ ؟

آپ تو پہلے سے غلط سمجھتے ہیں کوئی وہابی کہتا ہے کوئی سلفی کہتا ہے کوئی فتنے باز کہتا ہے کوئی مدخلی کہتا ہے کوئی پتہ نہیں کیا کہتا ہے نفرت تو پہلے ہی دل میں بھری ہوئی ہے آپ نے سمجھنا کیا ہے پھر؟! کیسے سمجھیں گے آپ سمجھ پائیں گے آپ؟! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

سمجھیں گے ہم کب؟ جب اپنے آپ کو ہم سمجھنے کے قابل بنائیں گے۔

قابل کب بنائیں گے؟ جب دل کو صاف کریں گے۔

دل کو صاف کیسے کریں گے؟ سچی توبہ سے کریں گے۔

سچی توبہ کر سکتے ہیں نا یا اس میں بھی کوئی رکاوٹ ہے؟! آپ کے اور آپ کے ربّ کے بیچ میں کون ہے حائل توبہ کرنے میں کوئی ہے؟! نہیں ہے۔

اور پھر دیکھیں آپ آج ہمیں نماز پڑھنے کے طریقے میں اختلاف ہے کیوں؟! وہ کہتے ہیں کہ میری فقہ یہ کہتی ہے میرا امام یہ کہتا ہے، وہ کہتا ہے میرا امام یہ کہتا ہے، وہ کہتا ہے میرا عالم یہ کہتا ہے۔

بات آپ کے اور میرے عالم آپ کے اور میرے امام کی نہیں ہے بات کیا ہے؟ امام الأنبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے کہ نہیں پڑھتے تھے؟ اُن کا طریقہ تھا کہ نہیں تھا؟ تھا۔ وہ کون سا طریقہ ہے آج موجود ہے؟

آج صحیح بخاری کھول کر رکھ دیں آپ متفق علیہ حدیث سامنے رکھیں کہتے ہیں امام صاحب نے تو یہ نہیں کہا۔

یہ مسلمان کبھی سوچ سکتا ہے کہ امام صاحب نے نہیں کہا تو ہم نے پھر حدیث کو چھوڑ دینا ہے؟!

اچھا امام صاحب نے کہا تھا کہ اگر میرا قول حدیث سے ٹکرا جائے تو میرے قول کو دیوار رمارنا؟!

کیا امام صاحب نے یہ کہا تھا کہ اگر حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میرا مذہب وہ حدیث ہے؟

یہ نظر کیوں نہیں آتا؟! دیکھیں شیطان کیسے کام کر دیتا ہے!

میرے بھائی! آئمہ میں بھی کوئی اختلاف نہیں تھا وہ بھی حق چاہتے تھے اگر اجتہاد میں ان سے کوئی اختلاف ہو گیا ہے اور اجتہادی اختلاف ہے جو دلیل کی روشنی میں ختم ہو سکتا ہے میں یہ نہیں کہہ رہا کہ امت میں کبھی بھی کسی فروعی مسئلے میں اختلاف نہیں ہو گا، نہیں! اختلاف ہو گا فروعی مسائل میں۔

ہمارا مسئلہ صرف فروعی مسائل نہیں ہیں ہمارا مسئلہ کیا ہے ہم کیا پڑھ رہے ہیں؟ عقیدے کا درس ہے عقیدہ پڑھ رہے ہیں ہمارا مسئلہ عقائد میں ہے۔

ہم عقیدے میں متحد کیوں نہیں ہو سکتے؟ صحابہ متحد تھے کہ نہیں عقیدے میں ایک عقیدہ تھا کہ نہیں؟ ایک صحابی دکھا دیں جس نے کہا ہو اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے واللہ! میں دوسرے کا نام نہیں لوں گا زندگی میں۔

یہی قرآن نازل ہوا یہی آیات پڑھتے تھے یہی احادیث اُن کے سامنے رکھی جاتی تھیں ایک صحابی نے کہا ہو ان آیات سے یہ معنی لیا ہو ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید:4) جیسے کہا جاتا ہے ایک صحابی نے کہا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اس عقیدے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کوئی ہے؟!

اس کے برعکس آپ کو کیا ملے گا؟ ہمیشہ کوئی عقیدے کی آپ کتاب اُٹھالیں یہ باتیں عقیدے کی کہاں ملیں گی ہمیں فقہ کی کتابوں میں ملیں گی؟! کہاں سے؟ عقیدے کی کوئی کتاب اُٹھا کر دیکھ لیں آپ فقہ والے کہتے ہیں کہ ہماری فقہ محفوظ ہے آپ کی کتابیں محفوظ نہیں ہیں!

جتنی کتابیں عقیدے کی محفوظ ہیں وہ فقہ کی تو بعد میں چوتھی صدی میں سب سے پہلی کتاب لکھی گئی القدوری جو ہے؛ چوتھی صدی میں! جبکہ احادیث پہلے سے محفوظ ہیں اور جو عقیدے کی کتابیں ہیں وہ تو اس سے پہلے جب حدیث لکھی جارہی تھی اب صحیح بخاری میں دیکھ لیں باب باندھا ہے "الایمان قول وعمل" یہ عقیدے کے اصول میں سے ہے کہ نہیں؟ یہ ساری چیزیں اُس وقت محفوظ تھیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہے فقہ کا وجود نہیں ہے فقہ میں کوئی خرابی ہے کوتاہی ہے، نہیں! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب آپ دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر تناظر کرتے ہیں تو پھر فقہ تو بالکل بعد میں ہے، جتنی تحقیق احادیث کی کی گئی ہے اور پھر عقیدے کی کتابوں میں کی گئی ہے اور پھر تسلسل سے یہ ساری چیزیں موجود ہیں تو فقہ تو بعد میں آئی ہے اور فقہ میں تو آپ یہ نہیں کہیں گے کہیں پر کہ کسی سند سے امام تک پہنچتی ہو۔

حدیث سند کے ساتھ موجود ہے اور جو عقیدے کی کتابیں لکھی گئی ہیں جیسا کہ سند کے ساتھ صحیح بخاری تک سند پہنچتی ہے حدیث کی اتنی معروف اور مشہور کتابیں ہیں اب یہ عقیدۃ الواسطیۃ دنیا میں کوئی کہہ سکتا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی نہیں ہے جبکہ کوئی سند نہیں ہے؟! اتنی معروف اور مشہور ہیں کہ کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے!

اور جتنا بھی آئمہ سلف کے عقیدے کا میں نے ذکر کیا ہے جتنی بھی کتابیں ہم پڑھ چکے ہیں ان شاءاللہ آگے بھی پڑھیں گے یہ ساری کی ساری معروف اور مشہور ہیں ایک صحابی کا قول دکھادیں ایک امام کا قول دکھادیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے؟!

جب نہیں ہے تو آپ کا یہ عقیدہ کیوں ہے میرا سوال یہ ہے؟! بنتا ہے کہ نہیں سوال؟!

جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ نہیں تھا اُن کے شاگردوں کا نہیں تھا، اور اپنے آپ کو حنفی بھی کہتے ہو تو پھر یہ بدعقیدگی کہاں سے آئی؟! اس کا جواب ڈھونڈیں اور پھر بتائیں۔

میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے بغیر کیفیت کے، بغیر تمثیل کے، بغیر تحریف کے، اور بغیر تعطیل کے (بغیر انکار کرنے کے) یہ ہمارا ایمان ہے یہ عقیدہ ہم نے سیکھا ہے۔

آپ تشبیہ پہلے دیتے ہیں دس پھر آپ کے شیطانی خیال آتے ہیں آپ تصور کرتے ہیں تشبیہ کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ تشبیہ کرنے کے بعد پھر آپ انکار کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے! اور اسی بد عقیدگی سے وحدت الوجود وجود میں آیا، وحدت الحلول وجود میں آیا یہاں تک کہ کہنے والے نے کہہ دیا ہے کہ کتے اور خنزیر میں بھی ربّ نظر آتا ہے! (نعوذ باللہ)۔

وجہ کیا ہے؟ جب ہر چیز میں اللہ حل ہو چکا ہے تو پھر آپ اس بد عقیدگی کو کیسے ختم کر سکتے ہیں؟!

حلاج نے کہا" کہ اس جبے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے": اپنے آپ کو اللہ بنا دیا! ہر جگہ ہے نا حل بھی ہر جگہ پر ہو چکا ہے!

کیا یہ عقیدہ ہے سلف کا؟! کیا صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کبھی؟! ایک شر کا باب نکلا ہے دیکھیں کہاں تک پہنچا ہے!

تو ہمارا ایک ہی قرآن ہے، ایک ہی نبی ہے، اور ایک ہی ہمارے اسلاف ہیں، واپس ہم متحد ہو سکتے ہیں اتفاق ہو سکتا ہے جب ہماری سمجھ اور فہم ایک جیسی ہو گی۔

ایک جیسی فہم کب ہو گی؟ جب ہم (میں نے کہا ہے ابھی) اس قابل ہوں گے کہ ہم صحیح سمجھنا چاہتے ہیں دل سے نفرت کو نکالیں ،بغض کو نکالیں، سب غلاظت کو نکالیں اور دل کو صاف اور پاک رکھیں اور ربّ سے دعا مانگیں کہ حق جہاں پر بھی ہو جیسے بھی ہو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے میسر کر دے آسان کر دے، پھر دیکھیں کیسے حق کی طرف آپ پہنچتے ہیں اور حق کیسے آپ کے لیے میسر ہوتا ہے اور آسانی ہوتی ہے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (116.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio